بسم اللہ الرحمن الرحیم

شمع فروزاں
18-11-2016

توہم پرستی اور اسلام

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اسلام کا بنیادی عقیدہ ''توحید'' یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا ہے، اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے بھی یکتا ہے، خدا کا کوئی کنبہ اور خاندان نہیں اور نہ اس کے لئے اولاد اور اعزہ واقارب ہیں، اور خدا اپنی صفات اور اختیارات کے اعتبار سے بھی یکتا و بے مثال ہے، حیات وموت کی کلید اس نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے، وہی رزق دیتا ہے، رزق میں وسعت اور تنگی بڑھاتا ہے اور رزق سے محروم کرتا ہے، وہی نفع پہنچاتا ہے اور وہی نقصان سے دوچار کرتا ہے، کامیابی و ناکامی اور فتح وشکست اسی کے حکم سے وابستہ ہے، توحید کا یہ تصور در در سر جھکانے سے انسان کو بچاتا ہے، اور بہت سی غلامیوں سے نجات عطا کرتا ہے، ان ہی میں ایک توہمات کی غلامی ہے۔

اوہام پرستی بھی ایک طرح کی غلامی ہے کہ آدمی اپنے پاؤں کی ٹھوکروں میں رہنے والی چیزوں سے بھی ڈرنے اور خوف کھانے لگے اور اس سے اپنے نفع ونقصان کو وابستہ کرلے، اگر سامنے سے کوئی جانور نکل جائے تو آدمی سمجھے کہ یہ سفر ناکام ہوگا، گھر پر کوئی پرندہ بیٹھ جائے تو اس کو اپنے لئے مصیبتوں کا پیش خیمہ سمجھنے لگے، کسی خاص پتھر کی انگوٹھی سے کامیابی اور نفع کی امید رکھے، کسی مہینہ، دن اور گھڑی کو نامبارک، منحوس اور ''اشبہ'' تصور کرنے لگے، یہ سب توہمات کی غلامی ہے، جو شخص عقیدۂ توحید سے محروم ہو اور خدا پر اس کا یقین کامل نہ ہو، مشکل ہے کہ وہ اس غلامی سے آزاد ہوسکے، یہی وجہ ہے ایسے ترقی یافتہ ممالک جہاں صد فیصد تعلیم یافتہ لوگ پائے جاتے ہیں وہاں بھی لوگ بعض اعداد کو منحوس سمجھتے ہیں، ہوٹلوں میں اس نمبر کے روم نہیں رکھے جاتے۔

جو شخص توحید پر جتنا یقین رکھتا ہے اور اللہ پر جس کا جتنا زیادہ ایمان ہو، وہ اوہام پرستی کی اس مصیبت سے آزاد اور توہمات کا اسیر بننے سے محفوظ رہے گا، اسلام کی آمد سے پہلے عربوں میں اس طرح کے توہمات پائے جاتے تھے، لوگ سفر کے لئے نکلتے، پرندے کو اڑایا جاتا، اگر وہ دائیں جانب اڑتا، تو اسے نیک فال تصور کرتے اور سفر کرتے، اور اگر بائیں طرف سے اڑتا تو بدفالی لیتے اور سفر سے گریز کرتے، اسی طرح اُلو کو منحوس پرندہ خیال کرتے، کسی کے گھر پر بیٹھ جاتا تو سمجھتے کہ یہ گھر اجڑ جائے گا، صفر کے مہینہ کو نامبارک سمجھتے، سمجھتے کہ اس ماہ میں جو کاروبار ہوگا نقصان سے دوچار ہوگا، جو سفر ہوگا وہ نامراد ہوگا، جو شادی ہوگی وہ ناکام ہوگی، رسول اللہ ﷺ نے ان تصورات کی تردید فرمائی اور ارشاد فرمایا: ان چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں۔ (بخاری، باب الجذام)

دوسرے کو بیماری لگنے، پرندہ سے بدفالی، الو اور ماہ صفر کو منحوس سمجھنے کی کوئی حقیقت نہیں، عربوں میں اور ایک خیال یہ تھا کہ صحراء میں کچھ شیاطین ہوتے ہیں، جو رنگ بدلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور راہ گیروں کو راستہ سے بھٹکانے کا کام کرتے ہیں، عرب انھیں ''غول'' کہا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے اس تصور کی بھی نفی فرمائی (فتح الباری: ۱/ ۱۶۷) —— عرب شوال کے مہینے کو بھی نامبارک اور شادی بیاہ کے لئے ناموزوں تصور کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شوال میں نکاح فرمایا اور شوال ہی میں رخصتی بھی ہوئی، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس خام خیالی کی تردید کرتے ہوئے فرمائی تھیں کہ میرے نکاح سے زیادہ بابرکت نکاح کون سا ہوسکتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اللہ پر جس قدر ایمان ہوگا، اوہام پرستی سے انسان اسی قدر دور رہے گا، اسلام نے توحید کے عقیدہ کو لوگوں کے ذہن میں

ایسا راسخ کر دیا تھا کہ وہ اس قسم کے تصور کو اپنے قریب بھی پھٹکنے نہیں دیتے تھے، حضرت زنیرۃ رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ ہیں، ایمان لائیں، لوگوں نے اتنا ظلم کیا کہ آنکھ کی بینائی جاتی رہی، لوگ کہنے لگے کہ دیویوں، دیوتاؤں کو برا بھلا کہنے اور ان کا انکار کرنے کی وجہ سے بینائی سے محروم ہوگئی ہے، ہمارے زمانہ میں عورتیں تو کیا مرد بھی اور جاہل واَن پڑھ تو کیا پڑھے لکھے بھی ایسے موقعوں پر گرفتارِ اوہام ہو جاتے ہیں، لیکن حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا کی فکر میں ذرا بھی تزلزل نہیں آیا کہ ان کی صرف بصارت اللہ نے لی تھی، وہ ایمان اور ایمانی بصیرت سے محروم نہیں ہوئی تھیں، حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ یہ سب اللہ کے فیصلہ اور اس کے حکم سے ہے، رسول اللہ ﷺ ان کی استقامت اور ثابت قدمی سے بہت خوش ہوئے اور ان کے لئے دعا فرمائی، چنانچہ پھر ان کی بصارت لوٹ آئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب مصر کا علاقہ فتح ہوا، مصر کی معیشت کا مدار دریائے نیل پر تھا، یہاں معمول تھا کہ یہ دریا جب خشک ہو جاتا تو ایک کنواری لڑکی کو دلہن بنا کر دریا کے بیچ میں ڈال دیا جاتا، دریا کی بلاخیز موجیں اٹھتیں اور اسے موت کی نیند سلانے کے بعد جاری ہو جاتیں، جب مصر کے خلافت اسلامیہ کے زیر نگیں آنے کے بعد دریا خشک ہوا اور گورنر مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انھوں نے اولاً تو انکار کیا، پھر لوگوں کے اصرار پر مشورہ کے لئے خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے جواب کے ساتھ ایک اور تحریر دریائے نیل کے نام لکھا اور ہدایت دی کہ اس تحریر کو دریائے نیل میں ڈال دیا جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی اس تحریر میں دریا کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اگر تو اللہ کے حکم سے جاری ہے تو میں دعا کرتا ہوں کہ تو جاری ہو جائے اور اگر اللہ کے حکم سے جاری نہیں ہے تو ہمیں تیری ضرورت نہیں، حسب ہدایت یہ تحریر دریا میں ڈال دی گئی اور دریائے نیل اس شان سے جاری ہوا کہ دوسرے دن (جو ہفتہ کا دن تھا) سولہ ہاتھ پانی ہوگیا، (البدایہ والنہایہ: ۷/۱۰۰) اور پھر آج تک کبھی نہیں تھما۔

اسی طرح کا ایک واقعہ ہندوستان کے ساحلی علاقہ میں پیش آیا، جس کا تذکرہ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں کیا ہے کہ یہاں کے لوگ کافر تھے، یہاں ہر ماہ ایک شیطان سمندر کے کنارے ظاہر ہوتا، لوگوں نے سمندر کے کنارے ایک بت خانہ بنا دیا تھا، جو 'بدخانہ' کہلاتا تھا، جو دن شیطان کی آمد کا ہوتا، لوگ اس دن ایک کنواری لڑکی کو سنوار کر اس بدخانہ میں بیٹھا دیتے، رات میں وہیں چھوڑ دیتے، جب صبح کو آتے تو اسے اس حال میں پاتے کہ وہ مردہ ہوتی اور کنواری نہ ہوتی، اتفاق سے یہاں ایک مغربی تاجر ابو البرکات بربری جو حافظ قرآن تھے، آئے ہوئے تھے، وہ ایک بوڑھی خاتون کے مہمان تھے، ایک دن جب اپنے میزبان کے ہاں پہنچے تو دیکھا کہ خلافِ معمول وہ بوڑھی خاتون بہت سی عورتوں کے ساتھ مصروفِ گریہ وبکا ہے، ایک ترجمان کے واسطہ سے صورتِ حال دریافت کی تو معلوم ہوا کہ شیطان سے بچاؤ کے لئے اس کی اکلوتی بیٹی کے نام قرعۂ فال نکلا ہے۔

شیخ ابو البرکات کو داڑھی نہ تھی، انھوں نے پیشکش کی کہ آج اس لڑکی کی جگہ وہ جائیں گے، چنانچہ وہ بدخانہ میں بیٹھ گئے اور قرآن کی تلاوت کا سلسلہ جاری رکھا، اسی طرح پوری رات گذری، جب معمول کے مطابق لوگ صبح میں تحقیق حال کے لئے پہنچے تو دیکھا کہ وہ زندہ و سلامت ہیں، اور تلاوت میں مصروف ہیں، یہ خبر شدہ شدہ پورے علاقہ میں پھیل گئی اور علاقے کے راجہ تک اطلاع پہنچی، ابن بطوطہ نے اس کا نام ''شنوازہ'' لکھا ہے، عجب نہیں کہ یہ ''وشنوراجہ'' کی بدلی ہوئی صورت ہو، شیخ نے راجہ پر بھی اسلام پیش کیا، اس نے کہا کہ آئندہ ماہ تک میرے پاس رہو، اگر آئندہ مہینہ میں بھی تم یہی عمل کر کے دکھاؤ اور ہم لوگوں کو اس شیطان کی ابتلاء سے بچا سکو، تب ہم ایمان لے آئیں گے —— اگلے ماہ بھی یہی واقعہ پیش آیا، چنانچہ راجہ مسلمان ہوگیا اور راجہ کے ساتھ رعایا کے اکثر لوگ بھی مسلمان ہوگئے۔ (رحلۃ ابن بطوطہ: ۱/۹۰-۵۸۹)

اگر ایمان قوی ہو اور اللہ سے نفع ونقصان کا سچا یقین ہو تو ایک جاہل اور اَن پڑھ شخص بھی ایسے اوہام وخرافات میں مبتلا نہیں ہوسکتا، تیمور لنگ کوئی عالم وفاضل حکمراں نہیں تھا، لیکن جب اس نے دریائے جمنا کو عبور کرنا چاہا تو جیوتشیوں نے منع کیا اور کہا کہ یہ منحوس گھڑی ہے، تیمور نے اس کو کوئی اہمیت نہیں دی اور کہا کہ ہم اربابِ تنزیہ وتوحید ایسی باتوں پر یقین نہیں رکھتے، یہ تو مشرکین اور تثلیث پر ایمان رکھنے والوں کا عقیدہ ہے اور اگر ایمان میں ناپختگی اور یقین میں کمزوری ہو تو اچھے خاصے پڑھے لوگ بھی ایسی چیزوں کا شکار ہوسکتے ہیں۔

اس ملک میں رہتے ہوئے جہاں ہم نے برادرانِ وطن سے زندگی کے دوسرے شعبوں اور سماجی رسوم وروایات میں ہندو معاشرت کا اثر قبول کیا، وہیں فکر وعقیدہ کے باب میں بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے، ان ہی میں سے ایک اوہام پرستی کا مزاج و مذاق ہے، آج مسلمان بھی سمجھتے ہیں کہ بلی راستہ کاٹ دے تو سفر ملتوی کر دینا چاہئے، الو کا بیٹھنا نحس کی علامت ہے، اگر کسی بہو کے گھر میں آنے کے بعد سسرال میں کسی کا انتقال ہوجائے تو اس کو منحوس تصور کیا جاتا ہے، گھر کی تعمیر شروع ہو تو ناریل پھوڑے جاتے ہیں، گاڑی خریدی جائے تو چند لیموں لٹکائے جاتے ہیں، اور اب ایک نئی بات گھر کی تعمیر میں ''واستو'' کی شروع ہوئی ہے، پنڈت بتاتا ہے کہ گھر کو کس ڈیزائن کا ہونا چاہئے، خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی خلاف ورزی میں بے برکتی ہوگی اور نقصان اٹھانا پڑے گا، حالاں کہ شرعاً ایک مسلمان کے لئے صرف یہ رعایت ضروری ہے کہ بیت الخلاء کی نشست میں اس کے علاوہ انجینئر سے مشورہ کرنا چاہئے کہ مکان کس طرح کا ہو، کہ ہوا اور روشنی پوری طرح بہم پہنچے، لیکن اس کا مشورہ بھی پنڈتوں سے کیا جاتا ہے، جو محض چند پیسوں کے لئے لوگوں کو اوہام میں گرفتار رکھنا چاہتے ہیں، یہ تمام باتیں محض ایمان کی کمزوری اور ضعفِ عقیدہ کا نتیجہ ہیں، حد یہ ہے کہ اب بعض مسلمان بھی عقدِ نکاح کے وقت اور شادی کے جوڑ کے سلسلہ میں عاملین سے مشورہ لیتے ہیں، گویا جس غلامی سے اسلام نے اسے آزاد کیا تھا، خود ہی اپنے آپ اس میں مبتلا ہوتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر بدقسمتی اور کیا ہوگی کہ آپ ﷺ نے کھلے الفاظ میں ''صفر'' کے منحوس ہونے کی تردید فرمائی، یہ تردید نہایت ہی صحیح اور مستند روایتوں سے ثابت ہے، اس کے باوجود صفر کی ۱۳ / تاریخ اور آخری چہارشنبہ کو منحوس دن تصور کیا جاتا ہے، کچھ لوگ چھلے فروخت کرنے اور اپنے روزگار کا مسئلہ حل کرنے کی غرض سے باور کراتے ہیں کہ اس دن ڈھیر ساری بلائیں نازل ہوتی ہیں اور وہ ان کا علاج کر سکتے ہیں، حالاں کہ اسلام کی نگاہ میں کوئی وقت منحوس نہیں، آپ ﷺ نے بعض مہینوں، راتوں اور گھڑیوں کو مبارک ضرور قرار دیا، لیکن کوئی وقت اور گھڑی نامبارک نہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر نحس ہوتا تو تین چیزوں میں ہوتا: عورت، گھر اور سواری، اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز میں نحس ہے ہی نہیں، یہ مشرکانہ تصور ہے کہ انسان اللہ کے بجائے ایسی چیزوں سے نفع ونقصان کو متعلق سمجھے، اس سے بھی زیادہ بدقسمتی کچھ اور ہوسکتی ہے کہ کوئی قوم علم رکھنے کے باوجود انجانوں جیسا کام کرے اور خدا نے جس کی پیشانی چوکھٹوں کے داغِ مذلت سے آزاد کیا ہو وہ خود ہی جبینِ شرافت کو داغ دار اور رسوا وخوار کرے۔

❑❑❑